بحث وتنقید

توحید الصوم والأعیاد

اختلاف مطالع کے اعتبار پر دلائل وآراء کا علمی محاسبہ اور جوابات

مقالہ نگار: مفتی نعمت اللہ حقانی

نگران شعبہ تخصص فی الفقہ والافتاء جامعۃ المرکز الاسلامی بنوں

نمبر شمار	ذیلی عنوانات
1	اختلاف مطالع دلائل نقلیہ وعقلیہ کی روشنی میں
2	بدائع الصنائع علامہ کاسانیؒ کے مکمل عبارت سے مقصود کی وضاحت
3	حضرت مولانا عبدالحیؒ کے آخری رائے اور راجح قول
4	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ علامہ یوسف بنوریؒ اور مولانا محمد شفیعؒ کے آخری آراء
5	علامہ طحطاویؒ کے عبارت سے جواب
6	واقعہ ابن عباسؓ کے استدلال سے جواب
7	عدم اعتبار کے دیگر وجوہ .
8	ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی کی تحقیق کا خلاصہ
9	رؤیت ہلال کے مسئلہ میں ملک کو انتشار سے بچانے کی تجاویز

﴿نوٹ﴾ سہ ماہی المباحث کے ائندہ صفحات بھی مسئلہ مذکورہ کے حوالے سے مختلف اراء شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ واضح رہے کہ ادارے کا مقالہ نگار ومضمون نگار کے اراء سے اتفاق ضروری نہیں (ادارہ)

اختلاف مطالع دلائل نقلیہ وعقلیہ کی روشنی میں:

مسئلہ مذکورہ پر طویل عرصہ سے علماء کی اختلاف چلا آرہا ہے بعض علماء کا رجحان اس مسئلے میں اختلاف مطالع کے اعتبار کی طرف نظر سے گذرا بنوں میں جب دوسری بنوں فقہی کانفرنس کا انعقاد ہوا تو ان کے شامل کردہ موضوعات میں سے اس موضوع پر تحقیقی بحث پیش کرنے کی دعوت دی گئی اصحاب تحقیق علماء کی طرف سے حضرت مولانا سخی داد خوستی نے اعتبار اختلاف مطالع پر ایک تحریری شذرہ پیش کی

اسی طرح جامعۃ المرکز الاسلامی کے زیر اہتمام ایبٹ آباد میں جب فقہی سیمنار کا انعقاد ہوا تو مذکورہ موضوع پر ایک بار پھر اہل تحقیق حضرات کو مقالات پیش کرنے کی دعوت دی گئی جن میں سے عالمی ادارہ تسہیل الحسابات الاسلامیہ اسلام آباد کا فنی ماہر انجینئر سید شبیر احمد کا کاخیل نے بھی اختلاف مطالع کے اعتبار پر علم ہیئت وفلسفہ کی روشنی میں تحریری دستاویز پیش کی۔ احقر کو عرصہ دراز سے مسئلہ مذکورہ پر کچھ لکھنے کی فکر تھی کہ جمہور کے رائے مسئلہ مذکورہ میں واضح کر کے مسئلہ کی تنقیح کی جائے۔ الحمد للہ اس پر چند اوراق کی تسوید کی تکمیل کرنے کی جسارت کرتا ہوں خدا کرے کہ متلاشیان حق کے لئے مشعل راہ بنے۔

فاضل مقالہ نگار نے اختلاف مطالع پر چند دلائل نقل کئے ہیں اور کبار ائمہ فقہ کی طرف منسوب کرتے ہیں ذیل میں مقالہ ہذا کا علمی محاسبہ پیش کیا جاتا ہے جس سے مسئلہ کی روح اور حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے شاید کہ بندہ گان خدا کے لئے کارآمد ثابت ہو جائے۔

نوٹ: زیر نظر مقالہ کا اکثر حصہ اختلاف مطالع کے اعتبار پر حضرت مولانا سخی داد خوستی اور ان کے ہم خیال علماء کے اراء و دلائل سے جوابات ہیں اور ساتھ اخر میں تجاویز بھی منسلک ہیں۔ (ادارہ)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ کی رائے گرامی:

ا......کفایت المفتی میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مسئلہ مذکورہ کی وضاحت کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں ''حنفیہ نے احکام میں اختلاف مطالع کا شرعاً اعتبار نہیں کیا۔ نہ یہ کہ وہ درحقیقت اختلاف مطالع کے منکر ہیں۔ فی الواقع مطالع میں اختلاف ہوتا ہے لیکن احکام شرعیہ میں اس کا اعتبار نہیں ہے۔ حنفیہ کا استدلال حدیث صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ سے ہے یہ حدیث ترمذی وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہے اور صحیح ہے۔ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ: چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔ صوموا کا خطاب عام ہے۔ تمام مکلفین اس میں داخل ہیں۔ اور رؤیت کا لفظ الرؤیتہ میں مصدر ہے جس کا فاعل مذکور نہیں کہ کس کے دیکھنے پر روزہ رکھو۔ پس اگر مخاطبین کو ہی فاعل مانا جائے اور معنیٰ یہ ہو کہ جو دیکھے وہ روزہ رکھے تو یہ خرابی ہے کہ بہت سے مکلفین بھی روزے سے بچ جائیں گے جنہوں نے باوجود شہر میں رہنے اور شہر میں رؤیت ہونے کے بھی چاند نہیں دیکھا۔ حالانکہ یہ بالا جماع باطل ہے کہ جو اپنی آنکھ سے چاند نہ دیکھے اس پر روزہ نہ ہو۔ پس لامحالہ رؤیت کا فاعل بھی عام لینا ہوگا کہ کسی دیکھنے والے کے دیکھنے پر روزہ رکھو خواہ وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں۔ جبکہ رؤیت کا ثبوت ہو جائے کہ کسی نے چاند دیکھا ہے خواہ کہیں دیکھا ہو تمام مکلفین پر روزہ فرض ہو گیا اس حدیث میں جیسے رؤیت کا فاعل مذکور نہیں۔ ایسے ہی محل رؤیت بھی مذکور نہیں اس لئے وہ بھی عام ہے کہ کہیں دیکھا جائے۔ صرف اس امر کی ضرورت ہے کہ دیکھنا ثابت ہو جائے۔ اور ثبوت کا طریق شہادت شرعیہ ہے جو رمضان کے چاند کیلئے ایک شخص بھی کافی ہے اور عید کے لئے دو آدمیوں کی ضروری ہے۔ جبکہ مطلع صاف نہ ہو ابر غبار آلود، وغیرہ اور مطلع صاف ہونے کی صورت میں رمضان وعیدین دونوں کے لئے جم غفیر شرط ہے۔

حضرت مفتی صاحب کی درج بالا تقریر سے ثابت ہوا کہ راجح مذہب اس مسئلہ میں حنفیہ کے نزدیک اختلاف مطالع کا عدم اعتبار ہے۔

اسی طرح جن اکابر ائمہ کرام کی طرف اختلاف مطالع کی اعتبار کا نسبت کیا ہے ان کے عبارات کی تاویلات درج ذیل ہیں اسی طرح

مسئلہ مذکورہ میں جواز کے دلائل سے بھی یہ جواب ہوگا۔ مقالہ مذکورہ میں فاضل مقالہ نگار نے بدائع الصنائع کے عبارت سے استدلال پیش کیا ہے لیکن موصوف نے بدائع کا تمام عبارت نقل نہیں فرمایا جبکہ علامہ کاسانیؒ کی پوری عبارت نقل کرنے کے بعد مقصود واضح ہوگا۔ تمام عبارت ملاحظہ ہو، قولہ : قال فی البدائع هٰذا اذا كانت المسافة بين البلدتين قريبة لا تختلف فيه المطالع فامااذا كانت بعيدة فلايلزم احدالبلدين حكم الأخرلان مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر فی اهل كل بلدمطالع بلدهم دون البلدالأخروحكی عن ابی عبدالله بن ابی موسٰی الضرير انه استفتیٰ فی اهل اسكندرية اَن الشمس تغرب بها ومن علیٰ منارتها يری الشمس بعد ذالک بزمان كثير فقال يحل لا هل البلد الفطر ولا يحل لمن علیٰ رأس المنارة اذا كان يریٰ الشمس لأ ن مغرب الشمس تختلف كمايختلف مطلعها فيعتبر فی اهل كل موضع مطلعه (بدائع الصنائع ج ۲/ ۸۳)

صاحب بدائع کے عبارت سے مقصد کی وضاحت:

بدائع کی پوری عبارت پر غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اختلاف مطالع کے اعتبار یا عدم اعتبار کا بیان مقصود نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اگر دو شہر آپس میں اتنے قریب ہوں کہ ان میں اختلاف مطالع کا کوئی امکان نہ ہو تو یہ دونوں ایک ہی شہر کے حکم میں ہوں گے یعنی ایک شہر میں ثبوت رؤیت کی خبر دوسرے شہر والوں پر حجت ملزمہ ہوگی، وہاں کسی علیحدہ حجت کی ضرورت نہیں، جیسا کہ ایک شہر میں ثبوت رؤیت کی خبر اس کے تمام حصوں پر بلکہ شہر کے مضافات پر بھی حجت ملزمہ ہوتی ہے، اس کے برعکس اگر دو شہروں کا مطلع مختلف ہے تو اگر چہ یہ اختلاف مطالع عندالأحناف ظاہر الروایۃ پر معتبر نہیں، مگر ایک شہر میں ثبوت کی خبر دوسرے شہر والوں پر حجت ملزمہ نہ ہوگی، بلکہ ان کے لئے مستقل حجت، شہادت علی الشہادت یا شہادت علی القضاء یا استفاضہ ضروری ہے۔ غرض یہ کہ بدائع کی عبارت سے تو بلدان نائیہ میں صرف اختلاف مطالع کا تحقق ثابت ہوا جو بدیہی اور مشاہد ہے۔ کلام تو اس میں ہے کہ یہ اختلاف مطالع جو کہ مشاہد اور مسلم ہے ثبوت رمضان میں شرعاً معتبر بھی ہے یا نہیں؟ بدائع کی عبارت کا مفہوم بالکل واضح ہے۔ علاوہ ازیں صاحب بدائع کا بلدان قریبہ میں شہادت علی الشہادت یا شہادت علی القضاء یا استفاضہ کی شرط نہ لگانا نیز اعتبار مطالع میں اختلاف مشہور اور ظاہر الروایۃ میں عدم اعتبار مذکور ہونے کے باوجود اس سے مکمل سکوت اختیار کرنا اور ابی عبداللہ بن ابی موسیٰ الضریر کے فتویٰ سے اشہاد بین دلیل ہے کہ یہاں ہلال رمضان میں اختلاف مطالع کے اعتبار یا عدم اعتبار کا مسئلہ بیان کرنا مقصود نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴/ ۵۰۴)

۲...... دوسرے یہ کہ فاضل مقالہ نگار نے علامہ زیلعیؒ کی قول (والأ شبه ان يعتبر لان كل قوم مخاطبون الخ، بماعند هم الـــخ) سے اختلاف مطالع کے اعتبار پر استدلال قائم کیا ہے لیکن علامہ شامیؒ نے اس کی عبارت نقل کرتے ہوئے ظاہر الروایۃ (عدم اعتبار اختلاف مطالع) کو ماً خوذ بہ قرار دیا۔ اور اس قول کو اصحاب شوافع کی طرف منسوب کیا ہے۔ چنانچہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں قـــال: فی شرح التنوير (واختلاف المطالع ورؤيته نهاراقبل الزوال وبعده غير معتبر علیٰ ظاهر المذهب و عليه اكثر

المشائخ و عليه الفتوىٰ بحر عن الخلاصة فيلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عند هم رؤية أولٰئك بطريق موجب كمامرو قال الزيلعي الأشبه انه يعتبر لكن قال الكمال الأخذ بظاهر الرواية احوط و قال في الشامية وانما الخلاف في اعتبار اختلاف المطالع بمعنىٰ انه هل يجب علىٰ كل قوم اعتبار مطلعهم ولايلزم احدالعمل بمطلع غيره ام لايعتبر اختلافها بل يجب العمل بالاسبق رؤية حتىٰ لورؤىٰ في المشرق ليلة الجمعة وفي المغرب ليلةالسبت وجبت علىٰ اهل المغرب العمل بماراٰه اهل المشرق فقيل باالاول واعتمده الزيلعي و صاحب الفيض وهو الصحيح عند الشافعية (الىٰ قوله) وظاهر الرواية الثاني وهو المعتمد عندنا و عندالمالكية والحنابلة لتعلق الخطاب عاماً بمطلق الرؤية في حديث صوموا لرؤيته الخ .

(ردالمحتار ج ۲/ ۹۶، طبع بيروت)

۳...... فاضل مقالہ نگار نے حضرت مولانا عبدالحئیؒ کی عبارت نقل کر کے استدلال پیش کیا ہے۔ جبکہ مولانا موصوف سے اس مسئلے میں متعدداقوال منقول ہیں ان میں آخری قول اور راجح اختلاف مطالع کا عدم اعتبار ہے کمافی احسن الفتاویٰ (مجموعۃ الفتاویٰ) میں اختلاف مطالع کا مسئلہ متعدد جگہ آیا ہے، جو مختلف تاریخوں میں لکھا گیا ہے، ج اول ص ۷۷ مورخہ ربیع الاول ۱۲۸۸ھ اور صفحہ ۱۳۷۸، مورخہ شوال ۱۲۹۷ھ، جلد دوم ص ۱۱۱۹ مورخہ شوال ۱۲۹۸ھ میں مسیرۃ شہر (تقریباً، ۴۸۰) میل پر اختلاف مطالع کے قول کو ترجیح دی ہے۔ مگر جلد سوم ص ۷۰ پر جمہور کے قول کے مطابق مطلقاً عدم اعتبار کا فتویٰ دیا ہے اس فتویٰ کی تاریخ تحریر موجود نہیں، مگر وجوہ ذیل کی بناء پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ عدم اعتبار کا فتویٰ مؤخر ہے۔

(۱) اس کا تیسری جلد میں ہونا ہی اس کی تاخیر پر کافی دلیل ہے۔

(۲) جلد دوم میں لکھی ہوئی تاریخیں جلد اول کی تاریخوں سے مؤخر ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جلد سوم کے فتاویٰ جلد دوم سے مؤخر ہیں۔

علامہ طحطاویؒ کے عبارت سے جوابات:

(۳) پہلی دونوں جلدوں کے فتاوی میں بسط اور تیسری جلد میں اختصار اس کی دلیل ہے کہ پہلی دونوں جلدیں ابتدائی زمانہ کی ہیں اور تیسری جلد بعد کے فتاویٰ کی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا نے بھی آخر میں جمہور کے قول کی طرف رجوع فرمایا تھا۔

(۴) مولانا، فاضل مقالہ نگار، نے طحطاوی علی مراقی الفلاح کی اس عبارت سے بھی استدلال قائم کیا ہے۔ قوله وهو الأشبه لان انفصال الهلا ل من شعاع الشمس يختلف باختلاف الاقطار كما في دخول الوقت وخروجه و هذا ثبت في عالم الافلاك والهيئة واقل ما اختلف مسيرة شهر كمافي الجواهرُ لیکن اس عبارت میں مطالع کو اشبہ قرار دینے کی جو وجہ بیان کی گئی ہے وہ صحیح نہیں، اس لئے کہ اختلاف مطالع تسلیم کرنے کے باوجود جمہور اس کو شرعاً غیر معتبر قرار دیتے ہیں، عبارت مذکورہ

کے علاوہ فتاویٰ عبدالحی (اردو) کامل مبوب میں مولانا عبدالحیؒ عدم اعتبار کو ترجیح دیتے ہیں چنانچہ مولانا موصوف ایک سوال کے جواب میں یوں فرماتے ہیں۔سوال (۳۰۳) ایک جگہ چاند دیکھنے سے دوسری جگہ بھی ثبوت ہو جاوے گا یا اختلاف مطالع کا اعتبار ہوگا؟

جواب: اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے۔اور اگر ایک جگہ چاند دیکھنے کی خبر مشہور ہو جائے تو دوسری جگہ بھی حکم ثابت ہو جائیگا۔درمختار میں ہے اختلاف المطالع غیر کمعتبر علیٰ ظاهر المذهب وعلیه اکثر المشائخ و علیه الفتویٰ بحر عن الخلاصة اَه .اور مجمع البرکات میں ہے لو صام اهل بلدة ثلثین یوماً للرؤية و اهل بلدة اخریٰ تسعاً وعشرین یوماً للرؤية فعلم من صام تسعاً و عشرین یوماً فعلیهم قضاء یوم انتهیٰ . اور درمختار میں ہے. لو استفاض الخبر فی بلدة الاخریٰ لزمهم علیٰ الصحیح من المذهب مجتمیٰ وغیره انتهیٰ . اور جامع الرموز میں ہے وحکم احدا البلدتین بالرؤية لایلزم الأخریٰ وعن محمد انه یلزم والصحیح من مذهب اصحابنا انه یلزم اذ ااستفاض الخبر فی البلدة الأخریٰ .اَه (فتاویٰ عبدالحی کامل مبوب اردو ص ۲۵۵ مطبع محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل مولوی مسافر خانہ کراچی)

اختلاف مطالع کے متعلق حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا یوسف بنوریؒ کے آخری اراء:

اس کے علاوہ اختلاف مطالع کے متعلق حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ حضرت مولانا یوسف بنوریؒ کے آخری رائے اختلاف مطالع کا عدم اعتبار ہے جیسا کہ احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۸۴) پر مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ ارقام فرماتے ہیں

''مندرجہ بالا تحریر کے بعد ۳ شوال ۱۳۸۶ھ میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ حضرت مولانا شفیع صاحب حضرت مولانا محمد یوسف بنوری اور بندہ کے اتفاق رائے سے اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دے کر پورے ملک میں تنفیذ حکم کے لئے چند تجاویز حکومت کو بھیجی گئی تھیں جو پہلے ماہنامہ البلاغ میں اور پھر حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی کتاب جواھر الفقہ میں شائع بھی ہو چکی ہیں (احسن الفتاویٰ ج ۴۸۶/۴)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے واقعہ کے استدلال سے جواب:

فاضل مقالہ نگار حضرت عبداللہ بن عباس کے واقعہ سے استدلال پیش کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ اس اثر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت کریب کی شہادت کو رد کیا اس کی وجہ علماء نے یہی بیان کی ہے کہ شام مدینہ سے بعید تھا اور ہر بلد کا اپنا مطلع معتبر ہے۔

اثر یہ ہے،عن کریب ان ام الفضل بنت الحارث بعثته اِلیٰ معاوية بالشام قال فقد مت الشام فقضیت حاجتها واستهل علیّ رمضان وانابالشام . فرأیت الهلال الجمعة ثم قدمت المدینة فی آخر الشهر فسألتی عبد الله بن عباسؓ ذکر الهلال فقال متیٰ رأ یتم الهلال فقلت رأیناه لیلة الجمعة فقال انت رأیته فقلت نعم ورأه الناس و صاموا وصام معاوية فقال کنارایناه لیلة السبت فلا نزال نصوم فکمل ثلثین اونراه فقلت اولاتکتفی برؤية معاوية وصیامه فقال لاهٰکذا امرنارسول الله صلّی الله علیه وسلم (صحیح مسلم ۱/ ۳۴۸)

اس کے جواب میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ کفایت المفتی میں یوں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس کا واقعہ کہ انہوں کے خبر رؤیت قبول نہ کی حنفیہ کے مخالف نہیں ہے۔ کہ اول تو وہ حسب قاعدہ شرعیہ شہادت تھی۔ دوسرے یہ کہ جب تک وہ امام کے سامنے پیش نہ ہوتی اور امام حکم نہ کرتا اس وقت تک ابن عباس کا یہ فرمانا کہ فلا نزل نصوم حتی نراه او نکمل ثلاثین یوماً بالکل صحیح ہے کیونکہ حضرت ابن عباس اسی کے مکلف ہیں۔ اور اگر چہ ایک شخص کی شہادت معتبر ہے۔ لیکن جبکہ امام کے سامنے پیش ہو اور وہ قبول کر کے حکم دیدے۔ اور یہ بات ابھی تک حاصل نہ ہوئی تھی جبکہ ابن عباس کے سامنے کریبؒ یہ تذکرہ کر رہے تھے۔ علاوہ ازیں شریعت میں کوئی حد اس امر کی مقرر نہیں کی گئی کہ کتنی مسافت کی رویت معتبر ہے اور کس قدر فاصلے کی معتبر نہیں اگر کوئی فاصلہ ایسا ہوتا کہ اس کی رؤیت کا اعتبار نہ ہوتا تو ضرورت تھی کہ اس کو بیان کیا جاتا۔ ابن عباس کی رؤیت سے بھی فقط لا اور هکذا امرنا الخ کے سوا اور کچھ ثابت نہیں ہوتا اور یہ اس کے لئے کافی نہیں ہے کہ فاصلے کی کوئی تحریر کی جاسکے۔ اور اگر عام چھوڑ دیا تو لازم آتا ہے کہ دو تین کوس کے فاصلے کی رؤیت بھی معتبر نہ ہو۔ وهذا باطل جدا. فقط (کفایت المفتی ج: ۴/۲۱۲)

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے حدیث ابن عباسؓ کے جواب میں فرماتے ہیں۔ قوله: واعلم ان الحجة انماهی فی المرفوع من رواية ابن عباسؓ لافی اجتها ده الذی فهم عنه الناس والمشار اليه بقوله هكذاامرنارسول الله ﷺ هو قوله فلانزال لصوم حتیٰ نكمل ثلاثين والامر الكائن من رسول الله ﷺ هو مااحزجه الشيخان وغيرهمابلفظ لاتصوموا حتى تروالهلال ولاتفطرواحتیٰ تروه فان غم عليكم فأ كملو العدة ثلا ثين وهذا و يختص بأ هل ناحية علیٰ جهة الانفراد بل هو خطاب لكل من يصلح له من المسلمين فالا ستدلال به علیٰ لزوم رؤية اهل بلد لغير هم من اهل البلاد اظهر من الا ستدلال به علیٰ عدم اللزوم لأنه اذاراٰه اهل بلدة فقد رأه المسلمون فيلزم غيرهم مالزمهم ولوسلم توجه الاشارة فی كلام ابن عباسؓ إلیٰ عدم لزوم رؤية اهل بلد لاهل بلد اخر لكان عدم اللزوم مقيدابدليل العقل وهوان يكو ن بين القطرين من البعد مايجوز معه اختلاف المطالع وعدم عمل ابن عباسؓ برؤية اهل اشام مع عدم البعدالذی يمكن معه الاختلاف عمل با الاجتهاد وليس بحجة اَه ثم قال بعد اسطر ...... واجاب شيخنا المحمود قدس سره عن حديث الباب بأن غرض ابن عباسؓ ليس رد شهادة كريب مطلقاً فی حق ثبوت الصيام بهابل المقصود نفی الاكتفاء بها فی حق الفطر كمايظهر من قوله رضی الله عنه فلا نزال نصوم حتّٰی نكمل ثلثين او نراه و قال بعد اسطر...... ، "فالظاهر ان ابن عباسؓ لم يتعرض لنفی وجوب الصوم (فتح الملهم ج: ۳/۱۳/۱۱۴) شهادة كريب ولكنه انكر ثبوت الفطر بشهادته وحده وهذا لجواب قد كنت سمعته من الشيخؒ فی دروس الترمذی قبل ثلاثين سنة ثم الاٰ ن لماتشرفت بمطالعة كتاب المغنی لابن قدامة الحنبلی رأيته قد قرر هذا التقرير بعينه فسررت به جداً وحمدت الله علیٰ وجدان

ماوافق شیخنا برداللہ مضجعه و هذا نص مافی المغنی لا بن قدامة (فاما حدیث کریب فانه دل علیٰ انهم لا یفطرون بقول کریب وحده ونحن نقول به وانما محل الخلاف وجوب قضاء لیوم الاول ولیس هو فی الحدیث اَه (حواله بالا ص ۱۱۴)

اسی طرح مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمن صاحب کا ایک سوال کے جواب میں تحریر ہے۔ کہ: صحیح اور مختار مذہب کے موافق اختلاف مطالع ہلال صوم وفطر میں معتبر نہیں۔ اہل مغرب کی رؤیت سے اہل مشرق پر حکم ثابت ہو جاتا ہے۔ اور جبکہ معتبر راجح اور ظاہر الروایۃ ومفتیٰ بہ عدم اعتبار اختلاف مطالع ہے تو پھر اس میں بحث کرنا ہمارے مقلدین کے لئے بے موقع ہے۔ کیونکہ فقہاء محققین کی توضیح اس کے بارے میں ہمارے لئے کافی حجت ہے۔ درمختار میں ہے۔ واختلا ف المطالع غیر معتبر علیٰ ظاهر المذهب وعلیه اکثر المشائخ . وعلیه الفتویٰ بحر عن الخلاصة وفی ردالمحتار للشامی وظاهر الروایة الثانی وهو المعتمد عند نا وعندالمالکیة والحنابلة متعلق الخطاب عام فی حدیث صوموا لرؤیته الخ. اَه

البتہ اہل مغرب کی رؤیت اہل مشرق کیلئے ثابت ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اہل مشرق کو طریق موجب سے اہل مغرب کی رؤیت متحقق ہو جائے اور طریق موجب کی تشریح ردالمحتار میں اس طرح کی گئی ہے کہ دوشاہد اگر دوسرے شہر کی رؤیت کو بیان کریں یا وہاں کے عالم وقاضی کے حکم دوشاہد بیان کریں یا خبر اس شہر کی عام ومستفیض ہو جائے۔ (عزیز الفتاویٰ مبوب ج ۶/۱ ۳۷۶/۳۷۷)

اس کے علاوہ درج ذیل وجوہ کی بناء پر بھی اختلاف مطالع ناقابل اعتبار ہیں اور جو عبارات طحطاوی علیٰ المراقی ، فتاویٰ عبدالحی جلد اول ،دوم بعنوان وهوا لاشبه لان انفصال الهلال من شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار کما فی دخول الوقت وخروجه وهذا ثبت فی علم الافلاک والهیئة واقل مااختلف مسیرة شهر کمافی الجواهراه . یہ قول جمہور اور ظاہر المذہب کے خلاف ہونے کے علاوہ وجوہ ذیل کی بناء پر ناقابل عمل ہیں۔

عدم اعتبار کے دیگر وجوہ:

(۱) قوله تعالیٰ :یسئلونک عن الأهلة قل هی مواقیت للناس والحج وقوله تعالیٰ وقدره منازل لتعلموا عدد السنین والحساب میں واضح ہدایت ہے کہ احکام شرع کا مدار قمری حساب پر ہے شمسی پر نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شمسی تاریخوں کو ہر شخص معلوم نہیں کرسکتا بلکہ دنیا کے چند افراد یہ تاریخیں متعین کرتے ہیں اور باقی ساری دنیا محض ان کی تقلید کرتی ہے، اس کے برعکس قمر کے مشاہدہ سے ہر ناخواندہ شخص بھی تاریخ معلوم کرسکتا ہے، چونکہ احکام شرع ہر شہری وجنگلی اور خواندہ وناخواندہ کیلئے یکساں ہیں، اس لئے ان کا مدار یسر وسہولت اور عام طریقہ پر رکھا گیا ہے، مگر مطالع قمر کے اختلاف کا علم اتنا مشکل اور اس قدر پیچیدہ ہے کہ تسخیر قمر کے موجودہ ترقی میں بھی ایسے لوگ بہت ہی کم بلکہ کالعدم ہیں جو اختلاف مطالع کا خط کھینچ کر یہ بتادیں کہ اس خط سے ایک جانب رؤیت کا امکان ہے اور دوسری جانب نہیں، اختلاف مطالع قمر کے علم کی بنسبت تو شمسی حساب بھی ہزاروں درجہ سہل اور آسان ہے پس جبکہ شریعت

نے شمسی حساب کو عام فہم نہ ہونے کی وجہ سے غیر معتبر قرار دیا ہے تو اختلاف مطالع قمر جیسے پیچیدہ اور مشکل ترین حساب کا مکلف بنانا بطریق اولیٰ مقتضائے شرع کیخلاف ہے۔

(۲) اگر یہ مسئلہ مقتضائے شرع کے خلاف اختلاف مطالع قمر کے علم میں مہارت رکھنے والے چند افراد کے سپرد کر بھی دیا جائے تو اس میں ایک مزید قباحت یہ لازم آئے گی کہ ایک ہی مملکت کے اندر واقع دو متضارب مقامات کے درمیان خط اختلاف مطالع واقع ہونیکی صورت میں ایک شہر میں مرکزی حکومت رؤیت کی بناء پر عید کا فیصلہ کرے، اور دوسرے ملحق شہر اختلاف مطالع کی بناء پر روزہ کا حکم دے ایسے فیصلہ کی نظیر تاریخ اسلام میں نہیں ملتی۔

(۳) خط اختلاف کا محل وقوع ہر ماہ مختلف ہوتا ہے لہٰذا ہر مہینہ میں اس کی تعیین کیلئے ماہرین فن کی ضرورت پڑے گی جو کالعدم ہیں۔ نیز اس میں ہر ماہ تبدیلی واقع ہونے کی وجہ سے اجراء احکام میں تعسر اور عوام میں انتشار پیدا ہونا لازمی امر ہے۔

(۴) مسیرۃ شہر کو اختلاف مطالع کا مدار قرار دینا صحیح نہیں، علم الافلاک میں اس قول کی صحت کا کوئی امکان نہیں، اور نہ ہی "غدوھاشھر و رواحھاشھر" سے اس پر استدلال کا کوئی جواز ہے ممکن ہے کہ کسی عالم نے کبھی ایک ادھ دفعہ اپنے خیال میں اس قسم کا کوئی مشاہدہ کیا ہو اور علم الافلاک سے ناواقفیت کی وجہ سے اس کی حقیقت نہ سمجھی ہو پھر اس خیالیہ جزئیہ کو قاعدہ کلیہ قرار دیدیا، جیسا کہ بعض علماء نے محض مشاہدہ جزئیہ کی بناء پر صبح صادق سے طلوع آفتاب تک کے وقت کی بطور قاعدہ کلیہ تعیین کردی ہے یارات کے مجموعہ وقت کے ساتھ اس کی کوئی خاص نسبت ۱/۷ وغیرہ متعین کردی حالانکہ یہ دونوں امر صحیح نہیں کیونکہ اس وقت کی مقدار ہر موسم اور ہر مقام میں مختلف ہوتی ہے۔

(۵) اگر مسیرۃ شہر پر مطلع کا اختلاف لازم ہے تو پوری دنیا کی تاریخوں میں تقریباً پونے دو ماہ کا فرق آجائے گا اور یہ بدیہی البطلان ہے۔ پوری دنیا میں ایک دن سے زیادہ فرق نہیں ہوسکتا اور اگر مسیرۃ شہر پر اختلاف مطلع متیقن نہیں بلکہ اس کا امکان ہے جیسا کہ "اقل ما اختلف" کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے، تو محض امکان پر ثبوت کا حکم لگانا اور اس بناء پر احکام شرع کے نفاذ سے منع کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے، علاوہ ازیں اختلاف مطالع کا امکان تو ہر دو متقارب مقامات کے درمیان بھی موجود ہے۔

(۶) مسیرۃ شہر پر اختلاف مطالع فرض کرلیا جائے تو تقریباً ہر ۴۸۰ میل کے علاقہ کی تاریخ دوسرے علاقہ سے مختلف ہوگی، اس طرح دنیا بھر میں ہر چھوٹے سے خطہ کی تاریخ کا دوسرے خطہ سے اختلاف " مواقیت للناس " اور " لتعلمو اعدد السنین و الحساب" کی حکمت کے سراسر خلاف ہوگا۔

(۷) مسیرۃ شہر اگر معروف راستوں پر لے جائے تو راستوں کے پیچ وخم کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ مقام اقرب مسیرۃ شہر ہو جائے اور مقام ابعد مسیرۃ شہر نہ ہو اور اگر بذریعہ خط مستقیم مسیرۃ شہر لی جائے تو اس کا معلوم کرنا ہر شہر کا طول البلد و عرض البلد اور علم مثلث الکروی پر موقوف ہے جس کے جاننے والے بہت کم ہیں، حالانکہ احکام شرع کی بنیاد یسر و سہولت پر ہے اور وہ شہروں، دیہاتوں، جنگلوں، پہاڑوں اور جزیروں میں بسنے والوں اور سمندروں سے گذرنے والوں، خواندہ اور ناخواندہ سب افراد کیلئے یکساں ہیں۔ غالباً انہی وجوہ کی بناء پر

مولانا عبدالحی صاحب نے آخر میں اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کا فتویٰ دیا ہے، اور یہی ظاہر المذہب اور قول جمہور حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ ہے۔ اسکے خلاف اعتبار اختلاف مطالع بصیغہ تمریض منقول ہے اور مقتضائے شرع کے خلاف ہونے کے علاوہ ناقابل عمل بھی ہے۔ فقط واللہ اعلم (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵)

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی کی تحقیق کا خلاصہ:

اس کے علاوہ عصر حاضر کے معروف الشیخ دکتور وھبۃ الزحیلی کی تحقیق بھی اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کو ترجیح دیتے ہیں چنانچہ علامہ دکتور اپنی کتاب ''الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۶۰۵/۶۱۰'' میں ائمہ اربعہ کے مذاہب نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں **ففی رأی الجمھور یوحد الصوم بین المسلمین ولاعبرۃ باختلاف المطالع ...... الیٰ قولہ و قال الحنفیۃ اختلاف المطالع ورؤیۃ الھلال نھاراً قبل الزوال وبعدہ غیر معتبر علیٰ ظاھر المذھب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتویٰ ...اھ**

موصوف کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ جمہور حنفیہ کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے اور یہ قول مفتیٰ بہ ہے تمام امت مسلمہ کا صوم وعید کا دن ایک ہے۔ عالم اسلام صوم وعید کی خبر رسانی کے لئے ٹیلیفون، فیکس، ای میل تار برقی وغیرہ کا سبک رفتار نظام استعمال کرے اگر حاکم وقت کسی خبر پر مطمئن ہوا تو اس خبر پر صوم وعید کا اعلان کر سکتا ہے۔

رؤیت ھلال کے مسئلہ میں ملک کو انتشار سے بچانے کی تجاویز:

کئی سال عید الفطر کے موقع پر پورے پاکستان میں عجیب طرح کا انتشار وافتراق پھیلتا ہے، مرکزی ہلال کمیٹی کے اعلان کا مقصد تو یہ تھا کہ سارے ملک میں ایک دن عید ہو، اور واقع یہ ہونے لگا کہ ہر ہر شہر اور ہر ہر قصبہ میں دو دو عیدیں ہونے لگیں عین عید کے دن جو اظہار محبت ومسرت کا دن ہے اس میں باہمی اختلاف اور جھگڑوں کے مظاہرے ہونے لگے، جسے کوئی سمجھدار انسان کسی ملک کے لئے پسند نہیں کر سکتا اس سے زیادہ مضرت رساں وہ بحثیں ہیں جو عید کے بعد ہفتوں تک اخباروں میں چلتی ہیں سرکاری حلقوں سے علماء کو مطعون کیا جاتا ہے کہ وہ سیاسی مقاصد کے لئے بالقصد انتشار پھیلاتے ہیں دوسری طرف سے حکومت پر یہ الزامات لگائے جاتے ہیں کہ حکومت جان بوجھ کر مسلمانوں کی عبادات کو مختل اور دینی معاملات کے ساتھ مذاق کرتی ہے لیکن ذرا غور اور انصاف سے کام لیا جائے تو دونوں الزام غلط اور بالکل بے جا ہیں، علماء میں بہت بڑی تعداد ایسے علماء کی ہے جن کا سیاست سے کوئی دور کا بھی علاقہ نہیں، اور نہ ان کی کسی ذاتی غرض کا کوئی شبہ ہو سکتا ہے، اسی طرح حکومت کے ارکان وافراد میں بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو خود روزی رکھتے ہیں اور دینی اقدار کا احترام کر دیتے ہیں، ان پر کیسے یہ بدگمانی کی جا سکتی ہے کہ وہ جان بوجھ کر خلق خدا کے روزوں کے وبال اپنے سر لینے کو تیار ہو جائیں، حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک دوسرے کے موقف کو سمجھنے میں کچھ غلط فہمیاں ہیں۔ وجہ شاید یہ ہے کہ سرکاری حلقوں کے حضرات اس کو ایک خاص تہوار اور انتظامی معاملہ سمجھتے ہیں جس میں علماء کی کوئی مداخلت ان کو گوارہ نہیں، دوسرے یہ کہ وہ اس معاملہ میں صرف خبر صادق جس پر سمجھنے والوں کو یقین ہو جائے اعلان کے لئے کافی سمجھتے ہیں اور اس فرق کو نظر انداز کر دیتی ہیں کہ اپنے یقین کو دوسرے پر مسلط کرنے کے لئے صرف

خبر صادق کافی نہیں ہوتی۔ بلکہ شرعی شہادت ضروری ہے جس کے لئے خاص قواعد وشرائط ہیں اور علماء یہ جانتے ہیں کہ ہماری عید عام قوموں کے تہواروں کی طرح ایک تہوار نہیں، بلکہ ایک عبادت کا ختم اور دوسری عبادت کا شروع کرنا ہے۔ جس میں شریعت کے بتلائے ہوئے اصول سے مختلف کوئی صورت جائز نہیں اور کوئی چیز کتنی ہی سچی اور قابل اعتماد ہو اور سننے والے کو اس پر پورا یقین ہو مگر وہ اپنے اس یقین کو پورے ملک پر اس وقت تک مسلط اور لازم نہیں کرسکتا جب تک حجت شرعیہ اور باقاعدہ شہادت نہ ہو اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس معاملہ پر سنجیدگی سے غور کیا جائے اور شرعی اصول کے مطابق رؤیت ہلال کے اعلان کے لئے ملک کے ماہرین فتویٰ علمار کرام کے مشورہ سے ایسا ضابطہ بنایا جائے جس پر تمام علماء اور عوام کو اطمینان ہو سکے، پھر اسی ضابطہ کا سب کو پابند بنایا جائے اور اسی ضابطہ کے تحت ریڈیو پر اعلان کیا جائے، مجھے پورا یقین ہے کہ اگر ایسا کیا گیا تو ملک کے کسی گوشہ سے سرکاری اعلان کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھے گی، ہر طبقہ کے علماء اس کی موافقت کریں گے اور ملک میں عیش و مسرت اور وحدت واتفاق کے ساتھ عید ایک ہی دن ہو، اسلام کے قرون اولیٰ میں اس وقت کے موجودہ ذرائع مواصلات کو بھی اس کام میں استعمال کرنے اور عید ایک ہی دن منانے کا کوئی اہتمام نہیں ہوا، اور ملک کے وسیع وعریض ہونے کی صورت میں شدید اختلاف مطالع کی مشکلات بھی اس میں پیش آسکتی ہیں لیکن پاکستان کے عوام اور حکومت کی اگر یہی خواہش ہو کہ عید پورے پاکستان میں ایک ہی ہو تو شرعی اعتبار سے اس کی بھی گنجائش ہے شرط یہ ہے کہ عید کا اعلان پوری طرح شرعی ضابطہ شہادت کا تابع ہو (ومثله فی احسن الفتاویٰ ج ۴/ ۴۸۰، ۴۸۱)

علم کی حقیقت

''بہر حال علم یہ نہیں کہ دوسروں کے عیب تلاش کیئے جائیں نہ ملیں تو وضع کر لئے جائیں پھر ان میں طعن وطنز کے آب وگل سے چمک پیدا کی جائے اور غیبت سے رسم وراہ رکھی جائے۔ علم کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ انسان کو مجلیٰ کرتا اور فرش سے اٹھا کر عرش پر لے جاتا ہے۔''(۱)

''علم خدا کی ایک پاک امانت ہے اور اس کو صرف اس لئے ڈھونڈنا چاہئے کہ وہ علم ہے۔ اس حکومت نے علم کو علم کے لئے نہیں معیشت کے لئے ذریعہ بنایا ہے۔ قرآن کی حقیقت سے آشنا ہونے کے لئے بیضاوی وبغوی کی ورق گردانی نہیں بلکہ درددل کے الہام اور جبرئیل عشق کے فیضان کی ضرورت ہے۔''(۲)

(۱) (مولانا ابوالکلام آزاد صفحہ نمبر ۲۴......از شورش کاشمیری)

(۲) (ایضا صفحہ نمبر ۱۴۵، ۳۱۰......بحوالہ سراغ زندگی)